فضائل امام حسین رضی اللہ عنہ اور واقعۂ کربلا

مولانا شہزاد قادری ترابی

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا

صَدَقَ اللّٰہُ مَوْلَانَا الْعَظِیْمِ وَبَلَّغَنَا رَسُوْلُہُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمِ وَ نَحْنُ عَلٰی ذٰلِکَ لَمِنَ الشَّاھِدِیْنَ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

حمد وصلوٰۃ کے بعد قرآن مجید فرقان حمید سورۂ احزاب سے 33 ویں آیت تلاوت کرنے کا شرف حاصل کیا۔ رب تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے پیارے محبوب ﷺ کے صدقے وطفیل مجھے حق کہنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم تمام مسلمانوں کو حق کو سن کر اسے قبول کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

محترم حضرات! محرم الحرام کا بابرکت مہینہ جاری و ساری ہے۔ حرمت

والے مہینوں میں یہ پہلا مہینہ ہے۔اس ماہ مبارک کی بڑی برکتیں ہیں جیسے ہی محرم الحرام کا مہینہ آتا ہے۔ ہمارے اسلاف کی قربانیاں ہمارے ذہنوں میں تازہ ہوجاتی ہیں۔یکم محرم الحرام حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یوم شہادت اور دس محرم الحرام حضرت سیدنا امام حسین اور ان کے رفقاء رضوان اللہ علیہم اجمعین کی لازوال قربانیاں تاریخ کا ایک روشن باب ہیں۔

آج کی اس محفل میں آپ کے سامنے نواسۂ رسول امام عالی مقام امام ہمام حضور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان وعظمت کے حوالے سے کچھ عرض کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔

☆ولادت باسعادت:

آپ کا نام رسول پاک ﷺ نے حضرت ہارون علیہ السلام کے چھوٹے بیٹے شبیر کے نام پر رکھا۔لفظ شبیر کا عربی میں ترجمہ حسین بنتا ہے۔آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔

ذکی، شہید اعظم، امام عالی مقام، سید شباب اہل الجنۃ، سبط الرسول اور ریحان الرسول آپ کے القابات ہیں۔

آپ کی ولادت باسعادت 4 شعبان المعظم 4ھ بروز سہ شنبہ مدینہ منورہ

میں ہوئی۔آپ اپنے بھائی امام حسن رضی اللہ عنہ سے گیارہ ماہ دس دن بعد پیدا ہوئے۔جب آپ کی ولادت ہوئی تو سرورکونین ﷺ آپ کو دیکھنے کے لئے تشریف لائے۔محبت وشفقت سے گود میں اٹھایا۔کانوں میں اذان واقامت کہی۔تحنیک فرمائی پھر ساتویں دن دو مینڈھے ذبح کر کے آپ کا عقیقہ کیا۔

نہایت ہی حسین وجمیل،فصیح اللسان،بڑے بردبار،حلیم الطبع،عزت وشان والے اور نہایت ہی صبر وتحمل کے پیکر تھے۔نبی پاک ﷺ ان سے بہت محبت فرماتے تھے۔حتیٰ کہ جو امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہے۔حضور ﷺ اس شخص سے بے حد محبت فرماتے ہیں چنانچہ احادیث میں آتا ہے۔

حدیث شریف = طبرانی معجم الکبیر میں حدیث نمبر 2643 نقل ہے کہ نبی پاک ﷺ نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا جس نے حسین سے محبت کی،اس نے مجھ سے محبت کی۔

حدیث شریف = ترمذی شریف میں حدیث پاک ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں۔اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتا ہے جو حسین سے محبت کرتا ہے۔

☆ایمان افروز خواب:

امام بیہقی علیہ الرحمہ نے اس حدیث کو دلائل النبوۃ میں نقل فرمایا۔ نبی پاک ﷺ کی چچی جان حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت ام الفضل بنت حارث رضی اللہ عنہا ایک دن بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میں نے ایک پریشان کن خواب دیکھا ہے۔ خواب بیان کرنے کی جرأت نہیں ہے۔ جب حضور ﷺ نے باربار دریافت فرمایا تو انہوں نے عرض کیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے جسم انور کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں رکھ دیا گیا۔

یہ سن کر نبی پاک ﷺ (مسکرائے اور) فرمایا کہ تم نے بہت اچھا خواب دیکھا ہے (اس کی تعبیر یہ ہے کہ) فاطمہ کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا جو تمہاری گود میں کھیلے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور حضرت ام الفضل کی گود میں دیئے گئے۔

☆ جبرئیل علیہ السلام بھی امام حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرتے ہیں:

اسد الغابہ اور الاصابہ میں حدیث پاک ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ کے سامنے حسنین کریمین کشتی لڑ رہے تھے اور

آپ ﷺ فرما رہے تھے۔ حسن! جلدی کرو۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! آپ صرف حسن سے کیوں فرما رہے ہیں؟ (حسین چھوٹے ہیں، ان سے کیوں نہیں فرما رہے) حضور ﷺ نے فرمایا کیونکہ جبرئیل امین حسین کو ایسا کہہ کر حوصلہ دلا رہے ہیں۔

☆امام حسین رضی اللہ عنہ کی خاطر حضور ﷺ نے اپنے بیٹے کی قربانی دی:

شواہد النبوت صفحہ نمبر 305 پر علامہ جامی علیہ الرحمہ نقل فرماتے ہیں کہ ایک روز سید عالم ﷺ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اپنے داہنے اور صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو اپنے بائیں جانب بٹھائے ہوئے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! خدا تعالیٰ ان دونوں کو آپ کے پاس جمع نہ رہنے دے گا۔ ان میں سے ایک کو واپس بلا لے گا۔ اب ان دونوں میں سے جسے آپ ﷺ چاہیں، پسند فرمالیں۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔ اگر حسین رخصت ہوجائیں تو ان کی جدائی فاطمہ اور علی کو تکلیف دے گی اور مجھے بھی تکلیف ہوگی اور اگر ابراہیم کا انتقال ہوگیا تو زیادہ غم مجھی کو ہوگا۔ اس لئے مجھے اپنا غم پسند ہے۔ اس واقعہ کے تین روز بعد حضرت

ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا۔

نورالابصار صفحہ نمبر 114 پر حدیث شریف نقل ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ہونٹوں کو اس طرح چوستے ہیں جیسے کہ آدمی کھجور چوستا ہے۔

☆ ایمان افروز واقعہ:

نزہۃ المجالس میں یہ واقعہ نقل ہے۔ حضرت علامہ نسفی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ حسنین کریمین نے دو تختیاں لکھیں۔ ہر ایک نے کہا کہ میری تحریر اچھی ہے۔ فیصلہ کے لئے مولا علی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے کہ آپ فیصلہ فرمائیں کہ کس کی تحریر اچھی ہے۔ مولا علی رضی اللہ عنہ یہ سوچ کر فیصلہ نہیں کر سکے کہ کسی ایک شہزادے کی دل شکنی ہوگی۔ آپ نے فرمایا۔ اپنی ماں کے پاس جاؤ، دونوں ماں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا فیصلہ کیجئے کہ کس کی تحریر اچھی ہے؟ خاتون جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں کہ میں فیصلہ نہیں کرسکوں گی۔ اس معاملہ کو تم اپنے نانا جان ﷺ کی خدمت میں لے جاؤ۔ وہ فیصلہ کر دیں گے کہ کس کی تحریر اچھی ہے۔

چنانچہ دونوں شہزادے نانا جان سرور کونین ﷺ کی خدمت میں حاضر

ہوئے اور عرض کی۔ آپ فیصلہ فرمادیں کس کی تحریر اچھی ہے؟ کونین کے والی ﷺ نے سوچا کہ اگر حسن کی تحریر کو اچھی کہوں تو میرے حسین کو ملال ہوگا اور حسین کی تحریر کو عمدہ کہوں تو حسن کو رنج ہوگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اس کا فیصلہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کریں گے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک سیب لایا ہوں۔ اس نے فرمایا کہ میں اس جنّتی سیب کو تختیوں پر گراؤں گا۔ جس تختی پر یہ سیب گرے گا، فیصلہ ہوجائے گا کہ اس کی تحریر اچھی ہے۔ اب دونوں تختیاں اکھٹی رکھی گئیں اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اوپر سے ان تختیوں پر سیب گرایا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے راستہ ہی میں سیب کٹ کر آدھا ایک تختی پر اور دوسرا آدھا ایک تختی پر گرا۔ اس طرح رب کریم نے فیصلہ فرمادیا کہ دونوں شہزادوں کی تحریریں اچھی ہیں۔

محترم حضرات! اس سے معلوم ہوا کہ کائنات کا پالنے والا رب ذوالجلال، امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما سے کتنی محبت فرماتا ہے کہ ایک کی بھی دل شکنی اسے گوارا نہیں۔

☆سخاوت امام حسین رضی اللہ عنہ:

حضور داتا صاحب علیہ الرحمہ اپنی کتاب کشف المحجوب صفحہ نمبر 112 پر نقل فرماتے ہیں۔ ایک روز ایک شخص نے حاضر ہو کر آپ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اے فرزند رسول میں ایک مفلس و نادار شخص ہوں۔ میں صاحب اہل و عیال ہوں۔ مجھے اپنے پاس سے رات کے کھانے میں سے کچھ عنایت فرمایئے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بیٹھ جاؤ، میرا رزق ابھی راستے میں ہے۔ کچھ دیر بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے دیناروں کی پانچ تھیلیاں آئیں۔ ہر تھیلی میں ایک ہزار دینار تھے۔ لانے والوں نے عرض کیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ معذرت خواہ ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ فی الحال ان کو اپنے خدام پر خرچ فرمائیں۔ مزید پھر حاضر کئے جائیں گے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس نادار و مفلس شخص کی طرف اشارہ فرمایا اور پانچوں تھیلیاں اسے عنایت کرتے ہوئے معذرت کی کہ تمہیں بہت دیر انتظار کرنا پڑا۔ صرف اتنا ہی کمتر عطیہ تھا۔ اگر میں جانتا کہ اتنی قلیل مقدار ہے تو تمہیں انتظار کی زحمت نہ دیتا۔

اس واقعہ سے جہاں امام حسین رضی اللہ عنہ کی سخاوت نظر آتی ہے وہاں آپ کی مومنانہ فراست بھی واضح ظاہر ہوئی کہ آپ نے اپنی مومنانہ فراست سے آنے والے پانچ ہزار دیناروں کو دیکھ لیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل اللہ کی

نظروں سے کوئی شے پوشیدہ نہیں۔

☆امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر:

امام بغوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب معجم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کرتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بارش کے فرشتے نے اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی زیارت کے لئے اجازت طلب کی۔ رب تعالیٰ نے اجازت عطا فرمائی۔ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

نبی پاک ﷺ اس وقت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر رونق افروز تھے۔ آپ نے فرمایا اے ام سلمہ! دروازے کا اچھی طرح خیال رکھنا۔ کوئی اندر نہ آنے پائے۔ چنانچہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا دروازے پر نگہبانی فرما رہی تھیں کہ اتنے میں امام حسین رضی اللہ عنہ آئے اور زبردستی اندر چلے گئے اور نبی پاک ﷺ کے اوپر کھیلنے کودنے لگے تو آپ ان کو گود میں لے کر چومنے اور پیار کرنے لگے۔ یہ منظر دیکھ کر اس (بارش کے) فرشتہ نے دریافت کیا۔

یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ ان سے محبت رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں! میں ان سے محبت رکھتا ہوں۔ فرشتے نے عرض کی! انہیں تو آپ کی اُمّت عنقریب شہید کر دے گی۔ اگر آپ چاہیں تو میں آپ کو وہ جگہ دکھا دوں، جہاں

ان کوشہید کیا جائے گا۔اس کے بعد اس (فرشتے) نے آپ کو ایک باریک سرخ (لال) مٹی دکھائی۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے وہ مٹی لے کر اپنے کپڑے میں محفوظ کر لی۔

حدیث شریف = حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ سر الشہادتین میں نقل کرتے ہیں۔امام ابونعیم علیہ الرحمہ حضرت ام سلمہ سے نقل کرتے ہیں۔آپ بیان کرتی ہیں کہ حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما میرے گھر میں کھیل رہے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر نازل ہوئے اور عرض کیا۔آپ ﷺ کے بعد آپ کی اُمّت آپ کے اس بیٹے کوشہید کر دے گی اور ہاتھ سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کیا اور پھر آپ کی خدمت میں تھوڑی سی مٹی پیش کی جس کو حضور ﷺ نے سونگھ کر فرمایا۔اس مٹی سے رنج و مصیبت کی بو آتی ہے۔اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا۔اے ام سلمہ! جب یہ مٹی خون بن جائے تو اس وقت جان لینا کہ میرے بیٹے (حسین) کوشہید کر دیا گیا ہے۔حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے وہ مٹی لے کر ایک شیشی میں محفوظ کر لی۔

محترم حضرات! ان دونوں احادیث سے واضح ہو گیا کہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی دردناک شہادت کی خبر آپ رضی اللہ عنہ کے بچپن ہی میں مشہور تھی

اور ایک مقدر تھا جسے ہو کر رہنا تھا اور دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ نبی پاک ﷺ اللہ تعالیٰ کی عطا سے غیب جانتے ہیں۔ اس لئے آپ نے وہ سرخ مٹی اپنی ازواج میں سے صرف حضرت ام سلمہ کو دی۔ حالانکہ اس وقت آپ کی کئی ازواج حیات تھیں۔ کسی اور کو نہ دی۔ نگاہ مصطفیٰ ﷺ دیکھ رہی تھیں کہ جب کربلا کا واقعہ رونما ہوگا، اس وقت صرف اور صرف میری زوجہ حضرت ام سلمہ حیات ہوں گی۔

☆ یزید کی تخت نشینی:

60ھ میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے وصال کے بعد یزید نے تخت نشین ہوتے ہی اپنی بیعت کے لئے ہر طرف حکم نامہ روانہ کئے۔ گورنر مدینہ ولید بن عقبہ کو یزید نے اپنے والد کے وصال کی اطلاع دی اور لکھا کہ ہر خاص و عام سے میری بیعت لو۔ ان سب کو ایک لمحہ مہلت نہ دو۔

ولید بن عقبہ گھبرایا۔ مشورہ کے لئے مروان بن حکم کو بلایا۔ مروان نے کہا کہ تینوں حضرت امام حسین، حضرت عبداللہ ابن عمر اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کو بلاؤ اور یزید کی بیعت کا مطالبہ کرو۔ اگر بیعت سے انکار کردیں، تو قتل کردو۔ ولید بن عقبہ نے مروان کی گفتگو سن کر کہا۔ خدائے ذوالجلال کی قسم! اگر مجھے ساری دنیا کا مال و متاع بھی مل جائے تو بھی میں ان ہستیوں کے خون سے

اپنے ہاتھوں کو آلودہ نہیں کرسکتا۔

یزید نے تخت نشین ہوتے ہی پہلا مطالبہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بیعت کا کیوں کیا؟ امام ذہبی سیر اعلام النبلاء تیسری جلد صفحہ نمبر 198 پر فرماتے ہیں اس لئے کہ اگر ان دو ہستیوں نے یزید کی بیعت کر لی تو ان کے بعد اہل مدینہ کی بیعت آسان ہو جائے گی۔

یہاں یزید کے متعلق کچھ ضروری باتیں کروں گا۔سب سے پہلی بات یہ ہے کہ یزید صحابی نہیں تھا۔بعض لوگ لاعلمی کی بنیاد پر اسے صحابی کہہ دیتے ہیں ۔یزید 25ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیدا ہوا۔اس کی کنیت ابو خالد تھی۔ یزید بہت موٹا، بدخلق، فاسق وفاجر، شرابی، بدکار، ظالم اور بے ادب تھا۔

60ھ میں تخت نشین ہوا۔اس وقت یزید کی عمر 35 برس تھی۔اس کے دل میں اقتدار کا گھمنڈ اور بہت غرور تھا۔بعض لوگ یہ حدیث پیش کر کے یزید کو جنتی بنانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں کہ (نبی پاک ﷺ نے فرمایا: میری اُمّت کا پہلا لشکر جو (قسطنطنیہ) مدینۃ القیصر پر حملہ کرے گا، وہ بخشا ہوا ہے) یزید اس لشکر کا سپہ سالار تھا لہذا وہ بھی بخشا ہوا ہے۔ یہ تحقیق درست نہیں ہے جبکہ درست یہ ہے۔امام ابو داوٗد علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ (قسطنطنیہ) مدینۃ القیصر پر پہلا

حملہ حضرت عبدالرحمن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سپہ سالاری میں ہوا۔

الغرض کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے بیعت سے انکار کر دیا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ خوب جانتے تھے کہ بیعت کے انکار سے یزید بد بخت جان کا دشمن اور خون کا پیاسا ہو جائے گا لیکن آپ نے اپنی جان کو قربان کرنا گوارا فرمایا مگر یزید جیسے ظالم، فاجر اور شرابی کی بیعت کرنا گوارا نہ فرمایا۔

اگر امام حسین رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت کر لیتے تو وہ آپ کی بہت قدر و منزلت کرتا اور دنیا کی بے شمار دولت آپ کے قدموں میں ڈھیر کر دیتا مگر امام حسین جانتے تھے کہ قیامت کے دن ہر شخص ظالم کی بیعت کرتے وقت یہ کہے گا کہ جب نواسۂ رسول ﷺ نے ظالم کی بیعت کر لی تو ہم کس کھاتے میں ہیں۔

بہر حال امام حسین رضی اللہ عنہ نے مدینہ چھوڑ کر مکہ جانے کا فیصلہ کر لیا۔

محترم حضرات! مدینہ منورہ وہ شہر ہے جس سے محبوب خدا ﷺ بے انتہا محبت فرماتے تھے۔ جب نبی پاک ﷺ کی سواری مدینے میں داخل ہوتی تو آپ چہرۂ انور سے کپڑا ہٹا دیتے اور سواری کی رفتار تیز فرما دیتے۔

بخاری شریف کی حدیث نمبر 612 ہے۔ نبی پاک ﷺ نے (دعا فرمائی) مدینہ کے لئے کہ اے اللہ! ہمیں مدینہ محبوب کر دے جیسا کہ ہم مکہ مکرمہ سے

محبت کرتے ہیں یا اس سے بھی زیادہ محبت عطا فرما۔ (آپ ﷺ کی دعا قبول ہوئی حتیٰ کہ آپ کی سواری نے جب مدینہ منورہ کو دیکھا تو اس کی محبت میں رقص کرنے لگی)

مسلم شریف کی حدیث نمبر 3222 ہے۔ نبی پاک ﷺ نے یہ دعا کی۔ اے اللہ! مدینہ میں، مکہ سے دگنی برکت دے۔

آج دنیا کا ہر مسلمان تمنا کرتا ہے کہ اے مالک و مولا! موت سے پہلے ایک مرتبہ تیرے محبوب ﷺ کا مدینہ دکھادے۔

وہ مدینہ جو کونین کا تاج ہے
جس کا دیدار مومن کی معراج ہے
زندگی میں خدا ہر مسلمان کو
وہ مدینہ دکھادے تو کیا بات ہے

وہ مدینہ جسے دیکھنے کے لئے عاشق کی آنکھ ترستی ہیں۔ آج نبی کے نواسہ کے لئے مدینہ چھوڑنے کا وقت آ گیا ہے۔ اب امام حسین رضی اللہ عنہ آخری سلام کے لئے نانا جان رحمت عالمیان ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ میرا دل کہتا ہے کہ امام حسین کا دل رو رہا ہوگا۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے اور یہ کہہ رہے ہوں گے۔ نانا جان! وہ حسین جو حالت سجدہ میں آپ کی پیٹھ پر سوار

ہوجاتا تو آپ سجدہ طویل کردیتے تھے۔آج آپ کا بیٹا حسین آپ کا مدینہ چھوڑ کر جارہا ہے۔

وہ حسین! جولڑکھڑاتے ہوئے بچپن میں مسجد نبوی میں چلا آتا تو آپ وعظ چھوڑ کر منبر سے اتر کر اپنی گود میں بٹھالیتے۔نانا جان! وہ حسین آج آپ کا مدینہ چھوڑ کر جارہا ہے۔

وہ حسین! جب بچپن میں روتا تو میری والدہ سے فرماتے کہ اسے مت رلاؤ، اس کے رونے سے مجھے تکلیف ہوتی ہے۔

نانا جان! وہ حسین...... جسے کاندھوں پر سوار کیا کرتے تھے۔

نانا جان! وہ حسین...... جس کے لئے آپ نے اپنے بیٹے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو قربان کیا تھا۔آج آپ کا بیٹا حسین آپ کا مدینہ چھوڑ کر جارہا ہے۔

نانا جان! اس لئے مدینہ چھوڑ رہا ہوں کہ میرا یہاں رہنا دشوار ہوگیا ہے۔نانا جان! میں جارہا ہوں، مجھے اجازت دیجئے۔

محترم حضرات! ذرا سوچئے جب امام حسین رضی اللہ عنہ یہ کلمات کہہ رہے ہوں گے، اس وقت قبر انور میں سرکار اعظم ﷺ کا کیا حال ہوا ہوگا۔اس کا تصور اہل محبت کے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردیتا ہے۔

پھر اپنی والدہ ماجدہ کی قبر انور پر الوداعی سلام پیش کیا۔آہ! یہ دن کتنے رنج

وغم کا دن تھا کہ نواسۂ رسول جن کا سب کچھ مدینہ میں ہے مگر وہ مدینے سے جا رہے ہیں اور ہمیشہ کے لئے جا رہے ہیں۔ آپ الوداع کہہ کر روتے ہوئے واپس ہوئے اور ڈوبتے ہوئے دل کے ساتھ مدینۂ منورہ پر حسرت بھری نگاہ ڈالتے ہوئے مکہ معظّمہ کی جانب روانہ ہوگئے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ اب میں مدینہ منورہ واپس نہیں آؤں گا بلکہ یہ سلام، سلامِ آخر ہے۔

☆ امام حسین رضی اللہ عنہ مکہ میں:

جب امام حسین رضی اللہ عنہ مکہ معظّمہ پہنچے اور آپ کی تشریف آوری کی لوگوں کو خبر ہوئی تو مکہ والوں کے لئے عید کا سماں تھا۔ مکہ والوں کے نصیب کھل گئے۔ ہر طرف خوشیاں ہی خوشیاں، مسرتیں ہی مسرتیں تھیں کہ نواسۂ رسول جلوہ گر ہوگئے ہیں۔ جوق در جوق آپ کی خدمت میں لوگ آنے لگے اور آپ کی زیارت ومحبت سے فیض حاصل کرنے لگے۔ مکہ میں آپ مہمان کی حیثیت سے مقیم رہے۔ نہ آپ نے یزید کے خلاف کسی کی بیعت لی، نہ کوئی طاقت ور لشکر جنگ کے لئے تیار کیا۔

☆ کوفیوں کی چٹھیاں:

امام حسین رضی اللہ عنہ کو مکہ میں کوفیوں کی چٹھیاں آنا شروع ہوگئیں۔ پہلی

چھٹی یعنی خط 10 رمضان 60ھ کو پہنچا، دیکھتے ہی دیکھتے ہزاروں خطوط امام حسین کی خدمت میں پہنچے۔

آپ نے صحابہ کرام سے مشوروں کے بعد اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔ ان کے دو بیٹے محمد اور ابراہیم بھی اپنے مہربان باپ کے ساتھ ہولئے۔ امام مسلم رضی اللہ عنہ نے کوفہ پہنچ کر مختار بن عبید کے مکان پر قیام فرمایا۔ ہر کوفی جوق در جوق عقیدت و محبت کے ساتھ بیعت کرنے لگا۔ یہاں تک کہ ایک ہفتہ کے اندر بارہ بارہ ہزار کوفیوں نے امام مسلم رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر امام حسین رضی اللہ عنہ کی بیعت کی۔ امام مسلم رضی اللہ عنہ کو جب حالات سازگار معلوم ہوئے تو امام حسین کو خط لکھا کہ آپ تشریف لے آئیں۔

دوسری طرف یزید کے حکم پر حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو کوفہ کی گورنری سے معزول کر کے گورنر بصرہ عبید اللہ ابن زیاد کو کوفہ کا گورنر بنا دیا گیا۔ ابن زیاد نے اپنے بھائی عثمان بن زیاد کو بصرہ میں اپنا جانشین بنا کر دوسرے دن کوفہ چلا گیا۔

عبید اللہ ابن زیاد نے کوفہ پہنچتے ہی ظلم وستم کا بازار گرم کرنا شروع کیا۔ اہل کوفہ کو ڈرانا دھمکانا شروع کیا کہ وہ امام مسلم رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ دیں۔ اب آہستہ آہستہ جان و مال قربان کرنے کا دعویٰ کرنے والے کوفی امام مسلم رضی اللہ

عنہ کا ساتھ چھوڑتے چلے گئے۔ بالآخر چالیس ہزار میں سے پانچ سو رہ گئے جنہوں نے آپ کے پیچھے نماز عصر کی نیت باندھی۔ جب امام مسلم رضی اللہ عنہ نے سلام پھیرا تو وہ بھی ساتھ چھوڑ گئے اور آپ کے پیچھے صرف آپ کے دو شہزادے محمد اور ابراہیم تھے۔

امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اس غربت و مسافرت میں تنہا رہ گئے۔ شدید مشکلات اٹھانے کے بعد بالآخر دھوکہ سے آپ کو لے جایا گیا اور ابن زیاد کے حکم پر محل کی چھت پر لے جایا گیا اور بے دردی کے ساتھ شہید کر کے سر کو جسم کے ساتھ محل کے نیچے پھینک دیا۔ (تاریخ طبری)

جس دن امام مسلم رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، اسی دن 3 ذوالحجہ 60ھ امام حسین رضی اللہ عنہ مکہ سے کربلا کے لئے روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ سفر میں شامل آپ کے تین صاحبزادے، دو ازواج، ایک بیٹی اور ایک بہن تھیں۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کے چار صاحبزادے حضرت قاسم، حضرت عبداللہ، حضرت عمر اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما، حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کے پانچ صاحبزادے حضرت عباس، حضرت عثمان، حضرت عبداللہ، حضرت محمد اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہما تھے۔ امام مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے تین بھائی حضرت عبداللہ، حضرت عبدالرحمن اور حضرت جعفر رضی اللہ عنہما، حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کے دو

صاحبزادے حضرت محمد اور حضرت عون رضی اللہ عنہم تھے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کو ابھی تک کوفے کے حالات معلوم نہ ہوئے تھے۔ جب آپ مقام ثعلبیہ میں پہنچے تو بکیر بن مشعبہ اسدی کے ذریعہ آپ کو معلوم ہوا کہ حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ اور ہانی بن عروہ دونوں شہید کر دیئے گئے اور ان کی لاشوں کے پاؤں میں رسیاں باندھ کر بازاروں میں گھسیٹا گیا۔ اس دردناک خبر کو سن کر آپ نے بار بار انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھی (طبری، جلد دوم، ص 227)

جیسے ہی یہ قافلہ پہنچا حر بن یزید تمیمی نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے قافلے کو روک دیا اور کربلا میں اترنے پر مجبور کر دیا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے قافلے والوں نے دریائے فرات کے کنارے خیمے نصب کر دیئے۔ یزیدیوں کی جانب سے تکالیف دینے کا سلسلہ جاری رہا حتیٰ کہ سات محرم الحرام کو آپ کے خیمے دریائے فرات سے ہٹا دیئے گئے۔

نو محرم الحرام کو یزیدی فوج امام حسین رضی اللہ عنہ کے قافلہ کی طرف بڑھنے لگی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور یزیدی فوج سے پوچھا کہ مسئلہ کیا ہے؟ جواب ملا کہ عبید اللہ ابن زیاد کا حکم ہے کہ آپ لوگ اس کی بات مان لیں یا لڑنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یزیدیوں

کے جواب سے امام حسین رضی اللہ عنہ کو آگاہ کیا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ان سے کہو ایک رات کی مہلت دیں تاکہ آج رات بھر ہم نماز پڑھیں اور دعا و استغفار کریں۔ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یزیدی فوج کے دستے سے کہا کہ ہمیں ایک رات کی مہلت دی جائے تو انہوں نے یہ بات مان لی۔ (طبری جلد 2، صفحہ نمبر 248)

☆امام حسین رضی اللہ عنہ کا ساتھیوں سے خطاب:

اس کے بعد امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو جمع کیا اور اللہ کی حمد وثناء کے بعد ان سے خطاب فرمایا: خدائے رحمن تم سب کو میری طرف سے جزائے خیر دے۔ سن لو! میں یقین رکھتا ہوں کہ ان دشمنوں کے ہاتھوں کل ہماری شہادت ہے۔ میں تم کو بخوشی اجازت دیتا ہوں کہ رات کا اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ اسی میں جہاں تم لوگوں کا جی چاہے، چلے جاؤ۔ میری طرف سے کوئی تم پر الزام نہیں۔ یہ لوگ میرے خون کے پیاسے ہیں۔ جب مجھے قتل کرلیں گے تو پھر کسی دوسرے کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی تقریر سن کر سب سے پہلے حضرت عباس رضی اللہ عنہ پھر آپ کے دوسرے بھائی، بیٹے، بھتیجے اور بھانجے سب نے یک زبان کہا:

اے امام! کیا ہم اس لئے چلے جائیں کہ آپ کے بعد زندہ رہیں؟ خدا تعالیٰ ہمیں ایسا برا دن نہ دکھائے۔

پھر آپ کے ساتھیوں سے کہا اے امام! ہم اپنے ہاتھوں، اپنی گردنوں اور اپنی پیشانیوں سے آپ کو بچائیں گے۔ یہاں تک کہ اپنی جانیں آپ پر قربان کردیں گے۔

حضرت مسلم بن عوسجہ اسدی کھڑے ہوئے اور کہا کہ ہم آپ کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ یہ ہم سے ہرگز نہیں ہوسکتا۔ خدا کی قسم! اگر میرے پاس ہتھیار نہ ہوں گے تو میں پتھر مار مار کر دشمنوں سے لڑوں گا اور اس طرح میں اپنی جان آپ پر نچھاور کردوں گا۔ (طبری جلد 2، صفحہ نمبر 25)

اس کے بعد آپ اور آپ کے تمام ساتھیوں نے نماز و دعا اور توبہ و استغفار میں ساری رات گزار دی اور اس کے ساتھ ہی خیموں کی پشت پر خندق کھود کر لکڑیاں بھر دیں تاکہ جنگ کے وقت ان میں آگ لگادی جائے تو دشمن پیچھے سے حملہ نہ کرسکے۔

یوم عاشورہ دس محرم الحرام امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے شہزادے حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: بیٹا! فجر کی اذان کہو، تین دن کے بھوکے پیاسے حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے سوکھے ہوئے گلے سے رقت انگیز

زندگی کی آخری اذان کہی۔پھر تمام اصحاب نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے پیچھے فجر کی نماز ادا کی۔

دس محرم الحرام کا سورج طلوع ہوا تو خون میں ڈوبا ہوا تھا۔آج چھ ماہ کے حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ کے حلقوم میں تیر پیوست ہونا تھا۔آج حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کی جوانی کو قربان کرنے کا دن ہے۔آج خاندان رسول ہاشمی کے بھوکے پیاسے شہزادوں کے خون سے زمین کربلا کو سرخ ہونا تھا۔

☆ جنگ سے قبل اتمام حجت:

دس محرم الحرام کی صبح امام حسین رضی اللہ عنہ میدان کارزار میں تشریف لے گئے اور تقریر فرمائی۔

اے لوگو! میرے نسب پر غور کرو کہ میں کون ہوں؟ پھر اپنے گریبانوں میں منہ ڈال کر سوچو کہ تمہارے لئے کیا میرا خون بہانا جائز ہے؟ کیا میں تمہارے نبی کا نواسہ نہیں ہوں۔جس کا تم کلمہ پڑھتے ہو؟ کیا میں ان کے چچا زاد بھائی مولا علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کا فرزند نہیں ہوں؟ کیا تم میں سے کسی نے یہ سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے اور میرے بھائی کو جنتی نوجوانوں کا سردار فرمایا ہے۔کیا یہ حدیث تمہیں میرا خون بہانے سے روکنے کے لئے کافی نہیں ہے؟ کیا

میں نے تم میں سے کسی کو قتل کیا ہے؟ کسی کا مال ہلاک کیا ہے؟ کیا تم میں سے کسی کو زخمی کیا ہے؟ جس کا بدلہ تم مجھ سے چاہتے ہو؟

خدا کی قسم! میں ذلت کے ساتھ تمہارے ہاتھ میں اپنا ہاتھ ہرگز نہ دوں گا اور نہ غلاموں کی طرف اطاعت کا اقرار کروں گا۔

ان ظالموں سے کوئی امید تو نہ تھی مگر امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنا فرض پورا کر دیا۔

☆ جنگ کا آغاز:

دستور عرب کے مطابق پہلے انفرادی جنگ کا آغاز ہوا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزیدی فوج کو مخاطب کر کے فرمایا: کون ہے جو آج گھرانۂ اہلبیت کی مدد کرے گا؟ امام حسین رضی اللہ عنہ کا یہ اعلان سن کر حر بن یزید التمیمی خوف سے کانپ رہا تھا۔ اس کی یہ کیفیت دیکھ کر ایک شخص اس سے پوچھتا ہے۔ اے حر! تم تو کوفہ والوں میں سب سے بہادر شخص ہو، تمہاری بہادری کی تو مثالیں دی جاتی ہیں، اس سے پہلے تمہاری ایسی حالت کبھی نہیں دیکھی گئی۔ یہ سن کر حضرت حر فرمانے لگے۔ میرے ایک طرف جنت ہے اور دوسری طرف دوزخ ہے۔ مجھے آج اسی وقت دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہے۔ پھر اپنے گھوڑے کو یہ

کہہ کر آگے بڑھایا کہ ہو سکے تو جنت ہی میں جانا چاہیے۔

یہ نعرہ حر کا تھا جس وقت فوج شام سے نکلا
کہ دیکھو یوں نکلتے ہیں جہنم سے خدا والے
ہزاروں میں بہتّر تن تھے تسلیم ورضا والے
حقیقت میں خدا ان کا تھا اور وہ تھے خدا والے
حسین ابن علی کی کیا مدد کرسکتا تھا کوئی
وہ تو خود مشکل کشا تھے اور تھے مشکل والے
کسی نے جب وطن کا پوچھا تو یوں فرمایا حضرت نے
مدینے والے کہلاتے تھے اب ہیں کربلا والے
دوائے درد عصیاں پنج تن کے در سے ملتی ہیں
زمانے میں یہی مشہور ہیں دارالشفاء والے

حضرت حر رضی اللہ عنہ، امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے اور نواسۂ رسول سے عرض کی۔ حضور! میں آپ کا مجرم ہوں۔ میں ہی آپ کے قافلہ کو گھیر کر میدان کربلا تک لایا ہوں۔ کیا میری توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ اگر میں نے آپ کا ساتھ دیا تو کیا قیامت کے دن آپ کے نانا جان کی شفاعت مجھے نصیب ہوگی؟

یہ سن کر امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاں تیرا رب تجھے معاف کردے گا اور تجھے میرے نانا جان ﷺ کی شفاعت بھی نصیب ہوگی۔ یہ سن کر حضرت حر رضی اللہ عنہ میدان کارزار کی طرف بڑھے اور ایسے دیوانہ وار لڑے کہ یزیدیوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹتے ہوئے بالاخر زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جام شہادت نوش فرما گئے۔

(البدایہ والنہایہ، جلد 8، ص 180)

حضرت حر رضی اللہ عنہ اصحاب حسین کے پہلے شہید تھے۔ اب ایک مجاہد لشکر حسین سے نکلتا اور ایک یزیدی لشکر سے نکلتا۔ آپ کے جان نثار دشمن کی صفوں کی صفیں الٹ دیتے۔ یزیدیوں کو واصل جہنم کرکے اور پھر خود بھی جام شہادت نوش کرکے نواسۂ رسول کے قدموں پر نثار ہو جاتے۔ ایک ایک کرکے سارے ساتھی جام شہادت نوش کر گئے۔

☆ خاندان رسول کی جانثاری:

اب پیغمبر اعظم ﷺ کے خاندان کے افراد کی باری تھی۔ ان کے چہرے تمتمارہے تھے۔ بھوک اور پیاس سے برا حال ہو رہا تھا۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ ہمشکل مصطفیٰ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کے جوان بیٹے حاضر خدمت ہو کر

عرض کرتے ہیں۔ ابا جان! اب مجھے اجازت دیجئے؟ امام حسین رضی اللہ عنہ نے ان کی پیشانی پر الوداعی بوسہ لیتے ہوئے جواں سال بیٹے کو سینے سے لگاتے ہوئے دعائیں دے کر مقتل کی طرف روانہ کیا کہ بیٹا! جاؤ، اللہ کی راہ میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرو۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ شیر کی طرح میدان جنگ میں آئے اور ایسے حملہ آور ہوئے۔ ایسا لگتا تھا کہ یزیدی فوج پر قہر خداوندی نازل ہوا ہو۔ دشمنوں کی صفوں کی صفیں الٹ رہے تھے۔ اچانک پیاس نے ستایا تو ابا جان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی ابا جان! صرف ایک گھونٹ پانی مل جائے۔ میں ایک یزیدی بھی نہیں چھوڑوں گا۔ یہ سن کر امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیٹا! میں تمہیں پانی تو نہیں دے سکتا، اپنے پیاسے باپ کی سوکھی ہوئی زبان چوس لو، شاید کچھ تسکین ہو جائے۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے ابا جان کی سوکھی ہوئی زبان چوسی، ایک نیا حوصلہ اور ولولہ ملا۔ پلٹ کر پھر لشکر یزید پر حملہ کر دیا۔ اچانک لڑتے لڑتے آواز دی۔ ابا جان! ابا جان! آ کر مجھے تھام لیجئے۔ آپ کا علی اکبر سواری سے گر رہا ہے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ جواں سال بیٹے کی شہادت کی گھڑی آ گئی۔ دوڑ کر حضرت علی اکبر کی طرف آئے۔ قریب ہو کر دیکھا تو شہزادہ علی اکبر رضی اللہ عنہ زمین پر جلوہ گر تھے۔ لشکر یزید کے کسی بد بخت سپاہی کا نیزہ

حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کے سینے میں پیوست ہو چکا تھا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ زمین پر جلوہ گر ہو گئے اور اپنے زخمی بیٹے کا بوسہ لیا۔ حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا ابا جان! اگر یہ نیزے کا پھل سینے سے نکال دیں تو پھر دشمن پر حملہ کروں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنی گود میں لے لیا۔ نیزے کا پھل کھینچا تو سینے سے خون کا فوارہ بہہ نکلا اور روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ جواں سال بیٹے کی لاش کو دیکھ کر عرض کرنے لگے۔ اے مالک مولا! میں اس حال میں بھی تجھ سے راضی ہوں تو بھی مجھ سے راضی ہو جا۔

☆ اب امام حسین رضی اللہ عنہ نے نظریں اٹھائیں تو سامنے امام حسن رضی اللہ عنہ کے لخت جگر حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کھڑے تھے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ سے اجازت لے کر تلوار لہراتے ہوئے نکلے اور شیر کی طرح حملہ آور ہوئے اور یزیدیوں کو واصل جہنم کرنے لگا۔ یزیدیوں نے جب یہ دیکھا تو چاروں طرف سے حملہ کر دیا۔ کسی بدبخت نے حضرت قاسم رضی اللہ عنہ کے سر انور پر تلوار ماری۔ آپ نے آواز دی۔ اے چچا جان اور چکرا کر زمین پر تشریف لے آئے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور آپ کی لاشے کو اپنے سینے سے لگا لیا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ شدید غم میں ڈوبے ہوئے تھے کہ اچانک خیموں سے پاک بیبیوں کی آواز آئی۔ اے امام! اپنے ننھے شہزادے علی اصغر کو لے جائیں۔ پیاس کی وجہ سے بہت تکلیف میں ہے۔ اب تو یہ روتا ہے تو اس کی آواز بھی نہیں نکلتی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے ننھے منے شہزادے حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ کو اپنی گود میں لیا۔ خوب پیار کیا اور میدان کارزار میں یزیدیوں سے فرمانے لگے۔ اے یزیدیو! اس ننھے منے بچے کو دیکھو۔ یہ پیاس کی وجہ سے کیسا بلک رہا ہے۔ یہ پانی پی کر اس قابل نہیں ہو جائے گا کہ تم سے جنگ کرے۔ اپنے ہاتھوں سے ہی چند قطرے ٹپکا دو۔

امام حسین رضی اللہ عنہ ابھی یہ گفتگو فرما ہی رہے تھے کہ ایک شقی بدبخت نے تیر مارا جو حضرت علی اصغر رضی اللہ عنہ کے حلقوم میں پیوست ہو گیا۔ ننھا شہزادہ اپنے ہی خون میں نہا گیا۔ امام حسین نے آسمان کی طرف رخ کر کے عرض کی۔ باری تعالیٰ! ہم تیری خوشنودی کے طلب گار ہیں۔ میرے شہزادے کی اس قربانی کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما۔

آہ! آج میدان کربلا میں خاندان ہاشمی کے مہکتے پھول بکھرے پڑے ہیں۔ کہیں حضرت عباس علمدار رضی اللہ عنہ تو کہیں حضرت قاسم رضی اللہ عنہ، کہیں حضرت علی اکبر رضی اللہ عنہ ہیں تو کہیں حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ

کے بھائیوں کے لاشے اور کہیں وہ ننھی کلی بھی ہے جو ابھی کھلنے بھی نہ پائی تھی۔

زمین کربلا پر فاطمہ کے پھول بکھرے ہیں

شہیدوں کی یہ خوشبو ہے کہ سب جنگل مہکتا ہے

آج سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پھولوں نے کربلا کے جنگل کو گلزار بنا دیا ہے اور اپنے نانا جان سید عالم ﷺ کے دین کے تحفظ کے لئے ایسی قربانیاں دی ہیں جس کی دنیا میں مثال نہیں ملتی۔

☆ اب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی نظروں کے سامنے ان کے آخری اور بیمار شہزادے حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ میدان کارزار میں جانے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ انہیں دیکھ کر امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیٹا زین العابدین! تم بیمار ہو اور میرے بعد خواتین کا کوئی محرم بھی ہونا چاہئے اور تم سے تو میرا سلسلہ نسب چلے گا۔ میں تمہیں ہرگز اجازت نہیں دوں گا۔

یہ کہہ کر الوداعی ملاقات سب سے فرما کر امام حسین رضی اللہ عنہ آخری مرتبہ اتمام حجت کے لئے تشریف لائے اور یزیدیوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

☆ امام کی آخری تقریر:

اے لوگو! تم جس رسول کا کلمہ پڑھتے ہو، اسی رسول ﷺ کا ارشاد ہے:

جس نے حسن وحسین سے دشمنی کی، اس نے مجھ سے دشمنی کی۔ تو اے یزیدیو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میری دشمنی سے باز آجاؤ۔ اگر واقعی خدا اور رسول پر ایمان رکھتے ہو تو سوچو اس خدائے شہید و بصیر کو کیا جواب دو گے؟ رسول اللہ ﷺ کو کیا منہ دکھاؤ گے؟ بے وفاؤ! تم نے مجھے خطوط بھیج کر بلایا اور جب میں یہاں آیا تو تم نے میرے ساتھ ایسا برا سلوک کیا کہ ظلم کی انتہا کر دی۔

ظالمو! تم نے میرے بیٹوں، بھائیوں اور بھتیجوں کو خاک و خون میں تڑپایا۔ اپنے رسول کا گھر ویران کرنے والو! اگر قیامت پر ایمان رکھتے ہو تو اپنے انجام پر غور کرو اور اپنی عاقبت پر نظر ڈالو۔ پھر یہ سوچو کہ میں کون ہوں؟ کس کا نواسہ ہوں؟ میرے والد کون ہیں؟ میری والدہ کس کی لختِ جگر ہیں۔ ظالمو! اب بھی وقت ہے، شرم سے کام لو اور میرے خون سے اپنے ہاتھوں کو رنگین نہ کرو۔

محترم حضرات! یزیدی اتنے شقی اور بدبخت تھے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی باتوں کا ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ بھی جانتے تھے کہ ان کے دل نہایت سخت ہو چکے ہیں مگر وہ اپنا فرض پورا کر رہے تھے کہ کہیں محشر میں کوئی یزیدی یہ نہ کہے کہ ہمیں کسی نے سمجھایا نہ تھا۔

نواسۂ رسول کربلا کے میدان میں تنہا کھڑے ہیں۔ ہونٹوں پر تشنگی کے کانٹے چبھ رہے ہیں۔ آسمان سے سورج آگ برسا رہا ہے۔ آج فرات کا پانی

ہر شخص چرند، پرند، انسان، جانور سب کے لئے عام ہے مگر نواسۂ رسول کو پانی پینے کی اجازت نہیں ہے۔

شیر خدا کے شیر اپنے تمام اثاثے لٹانے کے بعد بھی استقامت کی تصویر بنے ہوئے ہیں۔ ایمان کی روشنی آنکھوں سے جھلک رہی ہے۔ چہرۂ انور پر اعتماد کا نور بکھرا ہوا ہے۔ گھوڑے پر سوار ہیں، شہادت کی تیاری ہے۔

اے زمین والو! جی بھر کے دیکھ لو نواسۂ رسول کو اس کے بعد یہ نورانی مکھڑا کوئی نہ دیکھ سکے گا۔ آج آخری دیدار کر لو۔

فاطمہ کے لاڈلے کا آخری دیدار ہے
حشر کا ہنگامہ برپا ہے میان اہلبیت

امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ بذات خود تلوار ہاتھ میں لے کر دشمن سے مقابلہ کے لئے نکلے۔ یزیدی عساکر پر خاموشی چھائی ہوئی ہے۔ فرزند شیر خدا کا سامنا کرنے سے ہر کوئی کترا رہا ہے۔ الغرض کہ آپ نے حملہ شروع کر دیا، جو آپ کے سامنے آیا، آپ اس کو تہہ تیغ کرتے گئے۔ یہاں تک کہ بے شمار یزیدی آپ نے واصل جہنم کئے۔ بائیس ہزار یزیدیوں کا مقابلہ تن تنہا بھوکے پیاسے کرتے رہے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی شجاعت، جرأت اور استقامت دیکھ کر یزیدی فوج نے انفرادی جنگ بند کر دی اور ایک بدبخت نے

آواز دی۔ دیکھتے کیا ہو، تیروں کی بارش کر دو۔ تیروں کی برسات میں امام حسین رضی اللہ عنہ کا جسم اطہر چھلنی ہو گیا۔ زخموں سے چور چور امام عالی مقام پر چاروں طرف سے حملہ کر دیا گیا پھر آپ کو چاروں طرف سے دشمنوں نے نرغے میں لے لیا۔

وہ گل عذرا فاطمہ خاروں میں گھر گیا
تنہا علی کا لعل ہزاروں میں گھر گیا

امام عالی مقام زخموں سے چور چور اپنی مبارک سواری سے نیچے تشریف لے آئے۔ اب زندگی کا آخری لمحہ آ پہنچا۔ امام عالی مقام نے دریافت کیا۔ کون سا وقت ہے؟ جواب ملا، نماز کا وقت ہے۔ فرمایا: مجھے نماز پڑھ لینے دو۔

اے امام! آپ کی عظمت کو سلام زندگی کے ان آخری لحات میں انسان اپنے بہن، بھائی، اپنی بیوی اور اپنی اولاد سے ملاقات کی خواہش کرتا ہے مگر آپ نے کوئی ایسی خواہش نہ کی بلکہ نماز پڑھنے کی خواہش کی۔ اپنے رب کی بارگاہ میں سجدہ کرنے کی خواہش کی اور ہمیں پیغام دے گئے کہ اے میرے نانا جان کے امتیو! کیسا ہی کٹھن موقع آ جائے، نماز نہ چھوڑنا۔

میدان کربلا میں شہ تشنہ کام نے
پیغام یہ دیا ہے جناب امام نے

رشتہ خدا سے اہل وفا توڑتے نہیں
مرجاتے ہیں مگر نماز چھوڑتے نہیں

امام عالی مقام امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے خون آلودہ مبارک ہاتھوں سے تیمم فرمایا اور نماز شروع کردی۔ جب آپ سجدے میں گئے تو بدبخت شمر آگے بڑھا اور امام عالی مقام کے سرناز کوتن اقدس سے جدا کردیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جس گردن کے بوسے محبوب خدا ﷺ لیا کرتے تھے، اس گردن پر تلوار ماری گئی۔ یہ گردنِ حسین رضی اللہ عنہ کٹی یا بوسہ گاہ مصطفی ﷺ کٹ گئی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے یہ ثابت کردیا۔

مردحق باطل سے خوف کھا سکتا نہیں
سر کٹا سکتا ہے لیکن سر جھکا سکتا نہیں

کربلا والوں نے دین کی سربلندی کی خاطر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر کے ہمیں یہ سبق دیا کہ اگر اسلام کے تحفظ کی خاطر جان کی قربانی دینی پڑے تو اس سے کبھی گریز نہیں کرنا چاہیے۔

گھر لٹانا جان دینا کوئی ان سے سیکھ لے
جان عالم ہو فدا اے خاندان اہلبیت

کلمۂ توحید ہے تیری شہادت اے حسین
تو نہ ہوتا تو نہ رہ جاتی صداقت اے حسین
تیری قربانی نے زندہ کردیا اسلام کو
وہ رہے گا تاابد تیری بدولت اے حسین
ملت اسلام کو ملتا ہے اک درس حیات
کیسے بھولیں ہم ترا یوم شہادت اے حسین

دس محرم الحرام حسینیت کی فتح اور یزیدیت کی شکست کا دن ہے۔ دس محرم الحرام حق کی فتح اور ظلم کی شکست کا دن ہے۔

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

☆ امام احمد اور امام بیہقی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ کا بیان ہے کہ میں ایک روز دوپہر کے وقت خواب میں سرکار کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے سر اقدس کے بال بکھرے ہوئے ہیں اور گرد آلود ہیں۔ آپ ﷺ کے ہاتھ میں خون سے لبالب بھری ہوئی ایک بوتل ہے۔ میں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ ﷺ! اس بوتل میں یہ خون کیسا ہے؟ تو آپ نے فرمایا۔ یہ حسین اور ان کے

ساتھیوں کا خون ہے جو آج کے دن صبح سے میں جمع کر رہا ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت اور دن کو یاد رکھا۔ بعد میں مجھے خبر ملی تو معلوم ہوا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کو اسی روز شہید کیا گیا۔ (سر الشہادتین)

☆ امام حاکم اور امام بیہقی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کرتے ہیں۔ آپ فرماتی ہیں کہ مجھے خواب میں رسول پاک ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔ دیکھا کہ آپ ﷺ کے سر اقدس اور داڑھی شریف پر گرد و غبار پڑا ہوا ہے۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ! یہ کیا حال ہے۔ آپ نے فرمایا (میرے بیٹے حسین کو کربلا میں شہید کر دیا گیا ہے) میں ابھی مقتل حسین میں گیا تھا (سر الشہادتین)

☆ امام بیہقی اور امام ابو نعیم بصرہ ازدیہ سے نقل کرتے ہیں۔ جب امام حسین رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو (رات کو) آسمان سے خون کی بارش برسی۔ صبح ہم نے دیکھا کہ ہمارے گھڑے اور مٹکے خون سے لبریز تھے اور ہماری ہر چیز خون آلود تھی (سر الشہاتین)

☆ شہادت کے بعد یزیدیوں کا ظلم:

خاندان رسول کا ایک ایک فرد کو قتل کرنے کے بعد بھی یزیدیوں کا کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوا۔ انتقام کی آگ سرد نہ ہوئی۔ امام حسین رضی اللہ عنہ اوران کے جاں نثار رفقاء کے لاشوں پر گھوڑے دوڑائے، گھوڑوں کی ٹاپ سے شہزادگان رسول کے نازک جسموں کو روند ڈالا گیا۔ یہ نازک جسم پہلے ہی سے تیغ و تیر سے چھلنی ہو چکے تھے۔ مزید ظلم وستم کیا گیا۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا، امام حسین رضی اللہ عنہ کی لاش سے گزریں تو انتہائی درد کے ساتھ روتے ہوئے مدینے کی طرف منہ کر کے پکارا: وا محمداہ! وا محمداہ! آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ کا سلام ہو۔

نانا جان! امام حسین میدان کربلا میں بے گور و کفن پڑے ہوئے ہیں۔ خون میں ڈوبے ہوئے ہیں اور تمام اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہیں۔ آپ کے شہزادوں کو قتل کیا گیا۔ ہوا ان کی لاشوں پر خاک اڑا رہی ہے۔ آپ کی بیٹیاں قید میں ہیں۔ ہمارے خیموں کو آگ لگا دی گئی۔ ہمارا سامان چھین لیا گیا۔

نانا جان! آپ کا گھرانہ کھلے آسمان تلے رات گزار رہا ہے۔ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی یہ درد بھری پکار سن کر ہر کوئی رونے لگا۔

☆ قافلہ کوفہ کی طرف روانہ:

11 محرم الحرام کی صبح خاندان اہلبیت کے افراد کو قیدی بنا کر کوفہ ابن زیاد کے پاس روانہ کر دیا گیا۔

دوسری طرف جب یزیدی لشکر چلا گیا تو قبیلہ بنی اسد نے جو قریب کے گاؤں عاضریہ میں رہتا تھا، امام حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی لاشوں کو آکر دفن کیا۔

☆امام حسین رضی اللہ عنہ کا سرانور اور ابن زیاد:

امام حسین رضی اللہ عنہ کا سرانور جب کوفہ پہنچا اور بھرے دربار میں ابن زیاد کے سامنے طشت میں رکھا گیا۔ اس وقت ابن زیاد کے ہاتھ میں چھڑی تھی جس سے وہ آپ کے لبوں اور دانتوں کو ٹھوکر دینے لگا۔ صحابی رسول حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نہایت بوڑھے جو اس وقت وہاں موجود تھے، اس گستاخی کو دیکھ کر تڑپ گئے اور روتے ہوئے فرمایا: چھڑی کو ہٹا لے۔ خدا کی قسم! میں نے اپنی آنکھوں سے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے کہ وہ ان لبوں اور دانتوں کو چوما کرتے تھے اور پھر زار وقطار رونے لگے۔ ابن زیاد نے غصے میں کہا کہ خدا تجھے خوب رلائے۔ اگر تو بوڑھا نہ ہوتا اور تیری عقل خراب نہ ہوگئی ہوتی تو میں تیری گردن مار دیتا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ وہاں سے اٹھے اور یہ کہتے ہوئے چلے گئے کہ

افسوس ہے تجھ پر تجھے میرے بڑھاپے کا تو خیال آیا مگر اپنے نبی کی نسبت کا خیال نہیں آیا۔

اس کے بعد ابن زیاد نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے سرانور اور شہزادیوں کو کوفہ کے کوچہ و بازار میں پھروایا اور اس طرح اپنی بے غیرتی اور بے حیائی کا مظاہرہ کیا۔ جب امام حسین رضی اللہ عنہ کے سرانور اور پاک بیبیوں والا قافلہ کوفہ کے بازار اور گلیوں سے گزرا تو کوفہ والے اپنے گھروں کی چھتوں پر چڑھ کر رونے اور پیٹنے لگے۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے جب ان کو دیکھا تو فرمایا: اے کوفہ والو! تم ہی وہ لوگ ہو جس نے میرے بھائی حسین کو خطوط لکھ کر بلوایا اور جان و مال نچھاور کرنے کی باتیں کی تھیں اور جب میرا بھائی آیا تو تم لوگوں نے بے وفائی کی اور اب روتے پیٹتے ہو۔ میں تمہارے خلاف دعا کرتی ہوں تم ہمیشہ روتے اور پیٹتے رہو گے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی زبان سے نکلے ہوئے کلمات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ایسے مقبول ہوئے کہ آج بھی ایک گروہ روتا اور پیٹتا رہتا ہے۔

☆ خاندان رسالت کا قافلہ دمشق کی جانب:

اب خاندان رسالت کے افراد کو قیدی بنا کر دمشق یزید کے پاس روانہ

کر دیا گیا۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب سر الشہادتین میں لکھتے ہیں کہ یزیدی جب امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر انور لے کر شام کی طرف روانہ ہوئے، جب وہ ایک مقام پر پہنچ کر نبیذ پینے کے لئے بیٹھے تو قدرت الٰہی سے ایک آہنی قلم ظاہر ہوا جس نے خون سے یہ عبارت لکھی۔

اَتَرْجُوْا اُمَّۃٌ قَتَلَتْ حُسَیْناً

شَفَاعَۃُ جَدِّہٖ یَوْمَ الْحِسَابَ

ترجمہ: کیا امام حسین کے قاتل یہ امید رکھتے ہیں کہ قیامت کے دن ان کے نانا جان ان کی شفاعت کریں گے۔

☆ منہال کا بیان ہے کہ اللہ کی قسم! میں نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر ناز کو دیکھا جب یزیدی اس کو اٹھائے لے جا رہے تھے۔ میں اس وقت دمشق میں تھا۔ آپ کے سر ناز کے سامنے ایک آدمی سورۂ کہف پڑھتا جا رہا تھا۔ جب وہ اس آیت پر پہنچا۔

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْکَھْفِ وَالرَّقِیْمِ کَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا

ترجمہ: کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ اصحاب کہف میری قدرت کی عجیب نشانیوں میں

تھے۔

توحضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے سرناز سے یہ آواز آنے لگی۔

وَ اَعْجَب مَنْ اَصْحٰبَ الْکَهْفِ قَتْلِیْ وَ حَمْلِیْ

اور اصحاب کہف کا واقعہ عجیب تھا اور میرا قتل ہونا اور میرے سر کو اٹھائے پھرنا اس سے بھی عجیب تر ہے (سر الشہادتین)

☆عیسائی راہب کا سرانور سے اظہار عقیدت:

اسیران کربلا کا قافلہ آگے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ راستے میں رات ہوگئی چنانچہ پڑاؤ کا فیصلہ کیا۔ پڑاؤ کی جگہ کے قریب ہی ایک گرجا گھر تھا۔ اس گرجے میں ایک ضعیف العمر عیسائی راہب رہتا تھا۔ اسے جب معلوم ہوا کہ قافلے والے اپنے پیغمبر کے نواسے اور ان کے اصحاب کے سر لے کر جا رہے ہیں تو وہ قافلہ کے قریب آیا اور قافلہ کے امیر سے کہنے لگا۔ میں تمہیں اپنی زندگی بھر کی کمائی دس ہزار دینار دوں گا۔ شرط یہ ہے کہ ایک رات کے لئے یہ سر مجھے دے دو۔ یزیدی امیر نے اس شرط کو مان کر ایک رات کے لئے امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر انور اسے دے دیا۔ راہب امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر لے کر اندر چلا گیا اور اسے خوشبودار پانی سے دھویا اور خوشبو لگائی۔ خوبصورت غلاف میں اونچی

جگہ پر رکھ کر رات بھر سرانور کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا رہا اور زیارت میں مصروف رہا۔ راہب کہتا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے سر انور سے نوری شعاعیں اٹھ کر عرش معلیٰ تک جاری ہیں۔ نور کا ہالہ سر اقدس کا طواف کر رہا ہے۔ جب اس نے یہ کیفیت دیکھی تو ساری رات محبت حسین میں آنسو بہاتا رہا۔ صبح ہوئی تو راہب کی زبان پر کلمہ طیبہ جاری تھا۔ یوں سمجھ لیں کہ راہب نے نواسۂ رسول کی محبت میں اپنی زندگی کی دولت قربان کی۔ اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے اسے ایمان کی لازوال اور انمول دولت سے نواز دیا۔

☆امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر، یزید کے پاس:

امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر انور جب یزید کے سامنے لایا گیا تو اس بدبخت کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی۔ یزید وہ چھڑی امام حسین رضی اللہ عنہ کے مبارک لبوں پر مارنے لگا اور یہ شعر پڑھنے لگا۔

''انہوں نے ایسے لوگوں کی کھوپڑیوں کو پھاڑ دیا جو ہمیں عزیز تھے، لیکن وہ بہت نافرمان اور ظالم تھے''

اس وقت یزید کے دربار میں صحابیٔ رسول حضرت ابو برزہ الاسلمی رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان سے یزید کی یہ حرکت برداشت نہ ہوئی۔ انہوں نے

یزید سے کہا۔اے یزید! اپنی چھڑی (ان لبوں) سے ہٹا، خدا تعالیٰ کی قسم! میں نے بارہا دیکھا ہے کہ رسول کریم ﷺ ان لبوں کے بوسے لیا کرتے تھے۔ (تاریخ طبری، جلد4، ص181)

☆ یزید کا مدینہ منورہ پر حملہ:

امام سیوطی علیہ الرحمہ تاریخ الخلفاء کے صفحہ نمبر 430 پر نقل فرماتے ہیں کہ جب یزید کو معلوم ہوا کہ اہل مدینہ نے میری بیعت توڑ دی ہے تو 63ھ میں یزید نے بڑا لشکر بھیج کر مدینہ منورہ پر حملہ کر دیا۔ خوب لوٹ مار کی، مسجد نبوی میں تین دن تک نمازیں نہ ہوئیں۔ (مگر جب بھی نماز کا وقت ہوتا، قبر رسول سے اذان اور اقامت کی آواز سنائی دیتی تھی) ہزارہا صحابہ ان یزیدی لشکریوں کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ مسلمان لڑکیوں کے ساتھ زنا بالجبر کیا گیا اور یہ سب کچھ یزید کے حکم پر ہوا۔

حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اللہ کی قسم! یزید پر حملے کی تیاری ہم نے اس وقت کی، جب ہم کو یقین ہو گیا کہ اب ہم پر آسمان سے پتھروں کی بارش ہو گی کیونکہ فسق و فجور کا یہ عالم تھا کہ لوگ اپنی ماں، بہنوں اور بیٹیوں سے نکاح کر رہے تھے۔ شرابیں پی جا رہی تھیں اور لوگوں نے نماز ترک

کر دی تھی۔

☆یزید کا مکۃ المکرمہ پر حملہ:

امام سیوطی علیہ الرحمہ تاریخ الخلفاء کے صفحہ نمبر 431 پر نقل فرماتے ہیں کہ حضرت امام ذہبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔ پھر یزید نے مکۃ المکرمہ پر حملہ کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے لشکر نے اس کا مقابلہ کیا۔ 64ھ کی یہ بات ہے کہ یزیدی فوج نے منجنیق سے پتھر برسائے۔ ان پتھروں کے شراروں سے کعبۃ اللہ شریف کا غلاف جل گیا۔ کعبہ کی چھت اور اس دنبہ کا سینگ جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ میں جنت سے بھیجا گیا تھا، وہ کعبہ کی چھت میں آویزاں تھا، سب کچھ جل گیا۔

یہ حملہ جاری تھا کہ یہ خبر حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو پہنچی کہ یزید ملک شام میں مر گیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے پکار کر کہا۔ اے شامیو! تمہارا گمراہ کرنے والا یزید مر گیا۔ جب یہ خبر شامی لشکر میں عام ہوئی تو تمام لشکر بھاگ کھڑا ہوا اور سخت ذلت اٹھائی۔

محترم حضرات! موجودہ دور میں کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جتنا بھی ظلم ہوا، وہ ابنِ زیاد اور یزیدی فوج نے کیا۔ اس میں یزید کا کوئی قصور نہ تھا۔

☆ اگر یزید کا کوئی قصور نہ تھا تو یزید نے حضرت مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے کوفہ پہنچنے پر اس وقت کے کوفہ کے گورنر صحابیٔ رسول حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کو معزول کر کے ظالم و بدنہاد عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کا گورنر کیوں بنایا؟

☆ اگر یزید اچھا آدمی تھا تو اس نے امام حسین رضی اللہ عنہ کے قصاص میں ابن زیاد کو قتل کرنے کا حکم کیوں نہیں دیا؟ بلکہ سزا دینا تو درکنار، عہدے سے بھی نہیں ہٹایا؟

☆ یزید اگر اچھا آدمی تھا تو اس نے امام حسین کے لبوں پر چھڑی کیوں ماری؟

☆ یزید اگر اچھا آدمی تھا تو اس نے گھرانۂ اہلبیت سے معافی کیوں نہیں مانگی؟

☆ خاندان رسالت کی پاک دامن بیبیوں کو قیدی بنا کر کیوں رکھا؟

☆ یزید اگر اچھا آدمی تھا تو اس نے مکۃ المکرمہ اور مدینۂ منورہ پر حملہ کیوں کروایا؟

☆ یزید اگر اچھا آدمی تھا تو علمائے اسلام، امام جلال الدین سیوطی، علامہ ابن جوزی، علامہ ابن حجر مکی، حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی، علامہ تفتازانی، علامہ محمود آلوسی رحمہم اللہ نے اسے ظالم، جابر، فاسق، شرابی اور امام حسین رضی اللہ

عنہ کا قاتل کیوں لکھا؟

معلوم ہوا کہ یزید امام حسین رضی اللہ عنہ کے قتل پر راضی تھا جو کچھ ہوا، اس کے حکم سے ہوا۔

☆واقعہ کربلا سے ملنے والے اسباق:

1۔حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے خلفائے راشدین اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی کبھی مخالفت نہ کی اور نہ ہی کبھی ان کے خلاف تلوار اٹھائی' اس سے ہمیں سبق ملا کہ اہل حق کے ساتھ تعاون کرنا چاہیئے اور باطل کی بھرپور مخالفت کرنی چاہیئے۔

2۔امام حسین رضی اللہ عنہ نے کربلا جانے سے قبل صحابہ کرام علیہم الرضوان سے مشورہ لیا۔راستے میں اپنے ساتھیوں سے بھی مشورے لیتے رہے۔اس سے ہمیں یہ سبق ملا کہ کوئی بھی کام انجام دینے جائیں تو مسلمانوں سے مشورہ کرنا چاہیئے' یہ سنت رسول ہے۔

3۔امام حسین رضی اللہ عنہ نے یزید کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔باقی صحابہ کرام علیہم الرضوان نے رخصت پر عمل کیا۔اس سے ہمیں یہ سبق ملا کہ جس کا جتنا بڑا مرتبہ ہوتا ہے' اس پر ذمہ داری بھی اتنی بڑی ہوتی ہے۔

4۔امام حسین رضی اللہ عنہ اگر حرمین میں ہی یزید کے خلاف اعلان جنگ کر دیتے تو حرمین کا بچہ بچہ آپ کے ساتھ ہوتا مگر آپ نے حرمین سے باہر نکل کر یزیدیت کا مقابلہ کیا۔اس سے ہمیں یہ سبق ملا کہ حرمین میں خون بہانا سخت بے ادبی ہے۔

5۔آپ نے جنگ کو ٹالنے کی بڑی کوشش کی اور آخری وقت تک اتمام حجت قائم کرتے رہے۔اس سے ہمیں سبق ملا کہ مسلمانوں کے خلاف جنگ سے گریز کرنا چاہئے' پہل نہیں کرنی چاہئے۔

6۔امام حسین رضی اللہ عنہ نے میدان کربلا میں صبر وتحمل کا مظاہرہ کیا' پیاروں کو شہید ہوتا دیکھ کر نوحہ اور ناشکری نہ کی' اس سے ہمیں یہ سبق ملا کہ کتنی بڑی مصیبت آئے' اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنا چاہئے۔

7۔امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھیوں نے آخری رات عبادت میں گزاری۔عین میدان جنگ میں بھی نماز پڑھی' اس سے ہمیں یہ سبق ملا کہ مشکل کے وقت رونے چلانے اور شکوہ شکایت سے کچھ ہاتھ نہیں آتا' بلکہ مشکل کے وقت ذکر اللہ کی کثرت کرنی چاہئے۔

تاریخ میں ہمیں امام حسین رضی اللہ عنہ کا ایک قول ملتا ہے۔آپ فرماتے ہیں: مجھے جنت سے زیادہ عزیز نماز ہے کیونکہ جنت میں میری رضا ہے اور نماز

میں میرے رب کی رضا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ مولائے کریم ہم سب کو امام حسین رضی اللہ عنہ کی تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے اپنا سب کچھ دین اسلام پر قربان کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور امام حسین اور ان کے تمام ساتھیوں کے مزارات پر اپنی رحمت ورضوان کی بارش فرمائے۔ آمین ثم آمین

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ